شذرہ حسین
استاد،شعبۂ اُردو
سندھ یونی ورسٹی، جامشورو

حسن رضا خان: تلمیذِ داغ دہلوی

ABSTRACT

Hasan Raza Khan : a disciple of Daagh Dehlvi
By Shazra Hussain, Lecturer, Sindh University, Jamshoro.

Nawab Mirza Daagh Dehlvi was not only a popular poet of Dehli but also worked as a mentor for many poets. It is a common and old tradition of Urdu poetry to train students and juniors by correcting their poetry. Daagh also had a large number of such followers. Maulana Hasan Raza Khan was a poet and a student of Daagh. But his poetry has largely been ignored by the critics. This article presents the analytical study of the merits of Hasan Raza Khan's poetry.

{۱}

بلبلِ ہندوستان، جہاں استاد، دبیر الدولہ، ناظم یار جنگ، فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی (۱۸۳۱ء۔ ۱۹۰۵ء)(۱) اُردو شعری افق پر پوری آب و تاب سے جھلملاتا ہوا وہ ستارہ ہے جو دلی کی زبان کا نمائندہ اور دبستان دہلی کی خصوصیات کا علمبردار ہے۔ داؔغ دبستان دہلی کے آخری نمائندہ تھے جنھوں نے اپنے فکر و فن اور شعر و سخن سے اُردو شاعری کو نیا آب و رنگ عطا کیا اسی لیے وہ اپنی شاعرانہ عظمت کے ساتھ اُردو شعری افق کی معراج کمال پر جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ہمعصر شعرا کی پیروی سے گریز کرتے ہوئے اپنی الگ راہ سخن نکالی اور وہ انداز بیان اور طرز شاعری ایجاد کیا جس نے اُردو غزل گو شعرا کی کئی نسلوں کو متاثر کیا۔

داؔغ کا طرز خاص شیریں و فصیح الفاظ، چست بندش، موزوں و برمحل محاورات، جدت طرز ادا، شوخ بیانی و ظرافت طرازی سے عبارت ہے۔ داؔغ کی غزل میں دہلی اور لکھنو کا امتزاج ہے۔ دہلی بالخصوص قلعہ کا روزمرّہ اور لکھنوی شاعری کے اثرات ان کے یہاں یکجا ہو گئے۔ اس دور میں دبستان لکھنو کے نمائندامیرؔ، اسیرؔ، بحرؔ، قلقؔ جیسے شعرا نے اپنی شاعری میں داؔغ کے شاعرانہ اسلوب کی رنگ آمیزی کی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ داؔغ دہلوی کے شاعرانہ انداز نے اپنے عہد کی نئی نسل کے ساتھ ساتھ ہمعصروں اور ہم عمروں کو بھی متاثر کیا۔ باکمال اساتذہ نے بھی اپنی شاعری کے لیے قبول عام کی سند حاصل کرنے کی خاطر داغ کے اسلوب کو اپنایا۔ ان باکمال اساتذہ کی روش کو دیکھ خود ان کے شاگرد بھی اسی

روش پر چل نکلے، دیکھتے ہی دیکھتے جلیل مانک پوری، حفیظ جون پوری اور ریاض خیر آبادی جیسے ہنر مند شاعر بھی داغ کے رنگ میں رنگنے لگے (۲)۔

بقول لالہ سری رام:

''شعرا کی کثیر تعداد آپ کے تلمذ سے مستفید ہوئی اور جس قدر اچھے شاعر آپ نے ملک میں پیدا کیے اس کی نظیر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ اُردو شاعری پر آپ کا دوہرا احسان ہے (۳)۔''

داغ دہلوی کے شاگردوں کی تعداد میں اختلاف رائے ہے۔ نور اللہ محمد نوری کی رائے کے مطابق یہ تعداد پانچ ہزار سے زائد تھی، نوح ناروی کے مطابق لگ بھگ دو ہزار (۴) اور لالہ سری رام کے مطابق شاگردوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے (۵) لیکن اس بات میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ کئی نامور شاعر آپ کے شاگرد تھے ان میں علامہ محمد اقبال، احسن مارہروی، مولانا محمد علی جوہر، بیخود بدایونی، جگر مراد آبادی، نوح ناروی، سیماب اکبر آبادی، جوش ملیسانی، سائل دہلوی، بیخود دہلوی، نسیم بھرتپوری، آغا شاعر قزلباش اور مولانا حسن رضا خان کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا حسن رضا خان بریلوی داغ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ آئندہ صفحات میں داغ دہلوی کے اس نمائندہ شاگرد کی شاعری کا تعارفی مطالعہ پیش کیا جائے گا جسے تاریخ ادب میں وہ مقام مل نہ سکا جس کا وہ حقدار تھا۔

{۲}

مولانا حسن رضا خاں (۱۸۵۹ء۔۱۹۰۶ء) ولد نقی علی خان بریلوی کی ولادت ۴ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ/ یکم اکتوبر ۱۸۵۹ء کو بریلی میں ہوئی (۶) ابتدائی تعلیم اپنے والد نقی علی خان سے اور علومِ نقلیہ وعقلیہ کی تحصیل برادرِ اکبر شاہ احمد رضا خان سے کی (۷)۔ تحصیلِ علم کے بعد طالبانِ علمِ دیں کو درس دینے کا آغاز کیا۔ انھوں نے اپنے مکان کے قریب میں محلہ سوداگراں میں مطبع اہل سنت قائم کیا۔ ان کی زیرِ نگرانی اور سید محمود علی عاشق کی زیرِ ادارت ۱۹۰۲ء میں ہفتہ وار اخبار ''روز افزوں'' اور ۱۹۰۳ء میں ماہنامہ ''گلدستہ بہارِ بےخزاں'' جاری ہوا۔ ''گلدستہ بہارِ بےخزاں'' کے سرپرست داغ دہلوی تھے۔ انھوں نے گلدستے کا نام تجویز کیا تھا (۸)۔ مولانا حسن رضا خان تصنیف وتالیف سے بھی شغف رکھتے تھے۔ ان کی کل تصانیف کی تعداد گیارہ ہے (۹)۔ انھوں نے اُردو اور فارسی میں شاعری کی۔ شعر وسخن کا طبعی وفطری ذوق تھا۔ کچھ عرصے تک خود مشق کرتے رہے، جس زمانے میں نواب مرزا داغ دہلوی کا قیام رام پور میں تھا، حسن رام پور گئے پوپھا فضل حسن خان کے یہاں مقیم ہو کر داغ دہلوی کے شاگرد ہوئے (۱۰)۔ بقول لالہ سری رام ''داغ کے تلامذہ میں آپ ایک امتیازی درجہ رکھتے تھے'' (۱۱) داغ دہلوی ان پر بہت مہربان تھے اور انھیں ''پیارے شاگرد'' کہہ کر مخاطب کیا کرتے۔

حسن رضا نے ''مرثیہ داغ''، میں ایک شعر میں کہا ؎

پیارے شاگرد تھا لقب اپنا
کس سے اس پیار کا مزا کہیے

(ثمر (۱۲): ص ۱۹۷)

انھوں نے داغ دہلوی کی شاگردی پر فخر کرتے ہوئے کہا:

کیوں نہ ہو میرے سخن میں لذتِ سوز و گداز
اے حسنؔ شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا

(ثمر: ص ۴)

ایک غزل میں ہے:

لطف ان ست مضامیں میں کہاں سے آئے
اے حسنؔ گر کرم حضرت استاد نہ ہو

(ثمر: ص ۹۸)

ایک غزل میں داغ کے دیوان ''گلزار داغ''، کا حوالہ دیتے ہو کہا:

یہ گل فشانیاں تو نہ ہوتیں کبھی حسنؔ
تم نے چنے ہیں پھول یہ گلزار داغ سے

(ثمر: ص ۱۰۷)

حسن رضا خاں نے داغؔ کے اسلوب کو فروغ بخشا ان کے ذریعے مشاعروں نے زور پکڑا اور بریلی میں محلہ معماراں کا امام باڑہ مشاعروں کا مرکز بن گیا۔ اس عمارت میں داغ کی زیرِ صدارت مشاعرہ ہوا تھا (۱۳)۔ حسن رضا خان نے عاشقانہ شاعری کے ساتھ نعتیہ شاعری بھی کی۔ نعتیہ شاعری میں شاہ احمد رضا خاں سے فیض حاصل کیا۔ ۱۳۲۵ھ میں حسن رضا خاں نے فریضہ حج ادا کیا۔ واپسی پر غزل گوئی کو ترک کر کے صرف نعت و منقبت کو اپنایا۔ ان کا وصال ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۶ء کو ہوا (۱۴)۔

{۳}

حسن رضا خان کا عاشقانہ شاعری پر مشتمل دیوان ''ثمر فصاحت''، مطبع اہل سنت و جماعت بریلی سے شائع ہوا۔ دیوان ۱۹۰ غزلوں پر مشتمل ہے۔ آخر میں ایک سہرا، کچھ متفرق اشعار اور تاریخی قطعات ہیں۔ ان کا فارسی کلام ''قند پارسی''

بھی 'ثمر فصاحت' کے آخر میں ہے۔ 'ثمر فصاحت' حسن رضا خان کی زندگی میں ترتیب پا چکا تھا مگر اشاعت ان کے وصال کے بعد ۱۹۰۹ء میں ہوئی۔ ''شعر حسن'' میں نظیر لدھیانوی نے لکھا ہے کہ یہ دیوان ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوا تھا(۱۵)۔ جبکہ لالہ سری رام کے مطابق ''آپ کا عاشقانہ کلام آپ کے بعد طبع ہوا ہے(۱۶)''۔ ''ثمر فصاحت'' کی طباعت پر کہے گئے تاریخی قطعات سے ۱۳۲۴ھ، ۱۳۲۷ھ اور ۱۳۲۸ھ کا استخراج ہوتا ہے۔ ''تواریخ طبع دیوان'' کی ذیل میں منشی شریف خان آزادؔ، منشی دوارکا پرشاد حلمؔ بریلوی، محمد طاہر علی طاہرؔ، منشی برجموہن کشور فیروز آبادی اور شاگرد داغ نواب ناظم علی خان ہجرؔ نے جو تاریخیں کہیں ان سے ۱۹۰۹ء کا استخراج ہوا ہے، ایک شعر بطور نمونہ درج ذیل ہے جس کے دوسرے مصرعے سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ یہ دیوان حسن رضا کی وفات کے بعد ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا تھا۔

عیسوی میں حلمؔ کہہ دو سال طبع
نادر و بے مثل ہے کیا ہی یہ نظم

(ثمر: ص۲۲۶)

{۴}

حسن رضا خان کی پرورش مذہبی ماحول میں ہوئی تھی وہ خود بھی عالم دین تھے جب کہ داغ دہلوی رند شاہد باز تھے۔ حسن رضا کی مذہبی شیفتگی اور مجازی محبت دونوں جذبات تربیت یافتہ تھے۔ انھوں نے شاعری کو مذہب سے بچائے رکھا۔ ان کے تحت الشعور میں قید زندگی کی رعنائیوں و دلفریبیوں کا ردعمل ناگزیر تھا۔ اس ردعمل نے ان کی شاعری میں شوخی و بے تکلفی کو جنم دیا۔ بند پانی کی طرح ان کی شاعری میں شوخی و بے تکلفی کا بہاؤ اس قدر تیز ہے کہ سوائے حسرت و داغ کے کوئی دوسرا مد مقابل نظر نہیں آتا(۱۷)۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نہ وہ دل دیں، نہ بوسہ دیں عجب الجھن میں ڈالا ہے
یہاں پاس مروت سے تقاضا ہو نہیں سکتا
وہ اپنی ضد کے پورے ہٹ کے پورے آن کے پورے
فقط اتنی کمی ہے قول پورا ہو نہیں سکتا

(ثمر: ص۲۹۔۳۰)

کیا کمال بڑا تیر آپ نے مارا
کسی غریب کے دل کو اگر شکار کیا

(ثمر: ص۱۰)

آپ ہی قصداً بلانا مجھ کو جاتا دیکھ کر
آپ ہی پھر چھیڑ سے کہنا مجھے دھوکا ہوا

(ثمر: ص ۱۳)

بن پڑی ہے ان کو دیکھا ہے جو شرمائے ہوئے
آج ہیں شوق وتمنا ہاتھ پھیلائے ہوئے

(ثمر: ص ۱۲۵)

شوخی، معاملہ بندی، نازک خیالی، طنز، محبوب سے چھیڑ چھاڑ داغ کے کلام کی یہ نمایاں خصوصیات حسن رضا کے کلام میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہیں۔ داغ کے کلام کا بڑا عنصر شوخی اور تیکھا پن ہے ان کے کلام میں معشوق سے آزادانہ چھیڑ چھاڑ کا عنصر نمایاں ہے۔ حسن رضا کے کلام میں بھی شوخی اور تیکھا پن موجود ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

چڑھاؤ آستیں خنجر نکالو
یہ چپکے چپکے مجھ کو کوسنا کیا

(ثمر: ص ۸)

آخر یہ آج کیا ہے کہ صبحِ شبِ وصال
تم ہم سے بخشواتے ہو اپنا کہا سنا

(ثمر: ص ۱۵)

منہ بنائے ہوئے غصے میں، جبیں پر سو بل
آپ کیا آئے مرے گھر کوئی آفت آئی

(ثمر: ص ۱۰۹)

ستاؤ، دل دکھاؤ، مار ڈالو
نہ آئے گا کبھی روزِ جزا کیا

(ثمر: ص ۹)

شوخی کے ساتھ طنز کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

وصلِ دشمن سے تم نہیں واقف
مرے غم میں اداس صورت ہے

(ثمر: ص ۱۵۴)

لوگ کہتے ہیں عدو سے دوستی اچھی نہیں
کیا یہ عادت آپ کے نزدیک بھی اچھی نہیں

(ثمر: ص ۸۲)

دشمن کے گھر جبھی تو شب وعدہ تم رہے
میرا بڑا خیال ہے تم کو بڑا لحاظ

(ثمر: ص ۵۳)

یہ رات کون تھا دشمن کے گھر کہو تو سہی
مجھے تو کہتے ہو بے شرم بے حیا گستاخ

(ثمر: ص ۴۲)

وصل کی سرمستی بھی پائی جاتی ہے لیکن اس میں کھل کھیلنے کا انداز نہیں۔

کہا یہ ضبط نے جو بن جوان کا جوش پر آیا
خبردار اے حیا اب ہم سے پردہ ہو نہیں سکتا

(ثمر: ص ۲۹)

وہ دست شوق کی گستاخیاں وصال کی شب
وہ ان کا شرم سے کہنا دبی زباں سے دور

(ثمر: ص ۴۷)

بولے وہ بوسہائے پیہم پر
ارے کمبخت کچھ حساب بھی ہے

(ثمر: ص ۱۱۲)

اگر جلوہ دکھایا ہے تو سینے سے بھی مل جاؤ
کہ دل آنکھوں کی ٹھنڈک سے تو ٹھنڈا ہو نہیں سکتا

(ثمر: ص ۳۰)

داغ کے کلام میں شوخی وطنز کے باوجود نازک خیالی اور ندرت خیالی موجود ہے۔ حسن رضا خان نے بھی داغ کے انداز کی پیروی کی۔

کہتے ہیں رنجش بھی ہے تو خاص تیری ذات سے
وہ عداوت بھی جتاتے ہیں محبت کی طرح

(ثمر: ص ۴۲)

پردے نے اٹھ کے پردہ الفت اٹھا دیا
ہم بے خبر ہوئے وہ خبردار ہو گئے

(ثمر: ص۱۵۶)

وہ تو نظر اٹھا کے ادھر دیکھتا نہیں
کیوں کر کہوں کہ دردِ مرا لا دوا نہیں

(ثمر: ص۶۵)

گھل گھل کے جن کے ہجر میں ہم ہو گئے تمام
افسوس وہ کہے کہ میں پہچانتا نہیں

(ثمر: ص۶۵)

وائے تقدیر کہ تم اس کو حنا سمجھے ہو
چٹکیوں میں جو ملا جائے مرا دل ہے وہی

(ثمر: ص۱۳۹)

ان کے کلام میں ندرت خیال بھی موجود ہے۔ ان کے ہر شعر میں بات ہے پھر وہ بات سے بات پیدا کرتے ہیں(۱۸)۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

خیال آمد لیلیٰ کی تعظیم اس کو کہتے ہیں
کہ اب تک گردباد اٹھتے ہیں مجنوں کے بیاباں میں
ہمارا آشیاں کنج قفس قسمت نے ٹھہرایا
بہار اب قید تنہائی کے دن کاٹے گلستاں میں

(ثمر: ص۶۹)

بے طلب جان انھیں دیتے ہیں دینے والے
وہ بڑھا لیتے ہیں دو روز میں ایسا اخلاص

(ثمر: ص۵۱)

آنکھوں میں پھر رہا ہے کسی کا خرام ناز
کیوں مست ہوں نہ آمد فصل بہار سے

(ثمر: ص ۱۳۰)

حسن رضا خان کے کلام کی نمایاں خوبی بلندیٔ مضمون ہے۔ بقولِ حسرت موہانی:

''بیخود بدایونی کی طرح حسن کی بھی بعض غزلیں تاثیر بیان اور بلندیٔ مضمون کے لحاظ سے اپنے استاد کی غزلوں سے بھی بہتر ہیں اور یہ سب ان کے مذاق تصوف اور علمی قابلیت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے (۱۹)۔''

چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

جلوے ترے جو رونقِ بازار ہو گئے
خوبانِ خود فروش خریدار ہو گئے
دل جاں بلب، جگر میں تپک، جان بیقرار
ہم تیرا نام لے کے گنہگار ہو گئے
یہ حسن خود فروش عجب جنس ہے حسنؔ
وہ بک گئے جو اس کے خریدار ہو گئے

(ثمر: ص ۱۵۶۔۱۵۷)

خاک عاشق روکنے کو دور تک لپٹتی گئی
جب سمند ناز کو وہ گرم جولاں لے چلا
آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھے
بزم سے میں آرزوئے دید جاناں لے چلا

(ثمر: ص ۲۲۔۲۳)

ان کی غزلوں میں پرانی روایتوں کی رجعت ہے۔ محبوب سے چھیڑ چھاڑ، اپنی نارسائی اور قسمت کی شکایت، میگساری، رقیبوں سے نفرت اور زاہد پر طنز، یہ موضوعات عام طور پر ان کے یہاں پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے ہجر و فراق کے جذبات کو نہایت پر اثر انداز میں بیان کیا جس میں بے قراری، بے چینی، سوز، درد و تڑپ کی کیفیت پائی جاتی ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

قیس کے حال کو سن سن کے جگر پھٹتا ہے
ساتھ کھیلے کی محبت بھی بری ہوتی ہے

(ثمر: ص ۱۴۴)

کہو تو اے حسنؔ کیوں روتے ہو کیسی گزرتی ہے
ہنسی سمجھتے تھے دل لے کر نکلنا کوئے جاناں سے

(ثمر: ص ۱۵۱)

دم آخر ترے حسرت بھرے کے گھر قیامت تھی
گلے مل مل کے روئی بیکسی ایک ایک ارماں سے

(ثمر: ص ۱۴۹)

ڈھونڈتی تھی ہر طرف تجھ کو نگاہ منتظر
کچھ ترے بیمار وقتِ واپسیں کہنے کو تھے

(ثمر: ص ۱۳۱)

ہم لگی دل کی بجھائیں کیونکر
عشق کو آگ لگائیں کیونکر
اشک پینے کو تو غم کھانے کو
انھیں مہمان بنائیں کیونکر

(ثمر: ص ۴۶)

ہاتھ جانے لگا گریباں تک
آمد موسم بہاری ہے

(ثمر: ص ۱۱۹)

ہم ہیں اور کنج قفس اور وہی تنہائی ہے
ہمصفیروں کو مبارک ہو بہار آئی ہے

(ثمر: ص ۱۴۵)

انھوں نے داغ کا کامیاب اتباع کیا۔ داغ کی طرح ان کے یہاں خمریاتی اشعار بھی موجود ہیں۔ داغ اس

سرور سے لطف اندوز ہوئے تھے، شراب وشباب ان کا جزوحیات تھے جبکہ حسن رضا خان حسرتؔ اور ریاضؔ کی طرح شراب کے سرور سے نا آشنا تھے لیکن انھوں نے تخیل کی بلند پروازی سے اس لطف وسرور کو اپنے اشعار میں بیان کیا۔ ان کے مضامین تیکھے اور بلند ہیں۔

مجھ سے پیاسے کو ساقی ایک ہی جام
دو سبو میں تو حلق تر ہوگا

(ثمر: ص ۱۷)

پوچھتے جاتے ہیں یہ ہم سب سے
محفل وعظ میں شراب بھی ہے

(ثمر: ص ۱۱۲)

کیا کہوں کیا کہہ رہی ہے یہ گھٹا یہ فصل گل
کیا کہوں کیا چاہتے ہیں شیشہ و پیمانہ آج

(ثمر: ص ۳۹)

یہ ابر یہ گھٹا یہ چمن اور ایک جام
ہم کو ڈبو دے آج تو ساقی شراب میں

(ثمر: ص ۸۹)

تم ہو چمن ہو، میں ہوں شب ماہتاب ہو
باہیں گلے میں دور میں جام شراب ہو

(ثمر: ص ۹۶)

پلا دے آج جو ہوں شیشہ و سبو باقی
رہے نہ ساقی مے نوش آرزو باقی

(ثمر: ص ۱۰۷)

مستی وسرشاری کے ساتھ زاہد سے چھیڑ چھاڑ بھی پائی جاتی ہے۔

یہاں تک تو لگا لائے ہیں ہم رستہ پہ زاہد کو
کہ سمجھاتا ہوا اب تا درِ مے خانہ آتا ہے

(ثمر: ص ۱۲۸)

جو صہبائے ولا سے روکے
اس زاہد سے اپنی توبہ

(ثمر:ص ۱۰۳)

توبہ زاہد میکشی سے توبہ ایسے وقت میں
یہ چمن کھلتے ہوئے یہ سبزے لہراتے ہوئے

(ثمر:ص ۱۴۸)

آپ کی ضد نے مجھے اور پلائی حضرت
شیخ جی اتنی نصیحت بھی بری ہوتی ہے

(ثمر:ص ۱۴۵)

زاہد اگر حلال ہے فردوس میں شراب
پھر کیا گناہ ہے جو پئیں بزم یار میں

(ثمر:ص ۶۲)

حسن رضا خان کی شاعری میں رفعتِ خیال، جدتِ مضامین اور ندرتِ فن کے ساتھ عام بول چال کی زبان، مانوس الفاظ، روزمرہ و محاورے کا استعمال پایا جاتا ہے۔ داغ دہلوی فصیح الملک تھے ان کا یہ وصف حسن رضا کی شاعری میں بھی موجود ہے۔ حسن رضا خان کے دیوان کے نام ''ثمر فصاحت'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فصاحت کو شاعری کا اہم وصف سمجھتے تھے۔ ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں، جن میں فصاحت موجود ہے۔

کچھ حسینوں کی محبت بھی بری ہوتی ہے
کچھ یہ بے چین طبیعت بھی بری ہوتی ہے
جیتے جی میرے نہ آئے تو نہ آئے اب آؤ
کیا شہیدوں کی زیارت بھی بری ہوتی ہے
اس نے دل مانگا تو انکار کا پہلو نہ ملا
خانہ برباد محبت بھی بری ہوتی ہے
ان سے کہہ دو جو ہیں انداز و ادا پر مغرور
نگۂ دیدہ حسرت بھی بری ہوتی ہے

(ثمر:ص ۱۴۴۔۱۴۵)

حسن رضا خان نے ذوقؔ اور داغؔ کی طرح روز مرہ ومحاورات کا استعمال بہت صفائی سے کیا، بقول لالہ سری رام ''بول چال اور محاورات میں حرف گیری کی کم گنجائش ہے''(۲۰) چند اشعار بطور مثال درج ذیل ہیں۔

آہیں لب پر، آرزوئیں دل میں یوں اس در پر ہم
بیٹھے ہیں دھونی رمائے چھاؤنی چھائے ہوئے

(ثمر: ص ۱۲۵)

وہ خاک میں ارمان ملائیں گے ہمیشہ
اس پر یہ غضب وجہ کدورت نہ کہیں گے

(ثمر: ص ۱۳۳)

مرگِ عاشق پر یہ رہ رہ کر تاسف کس لیے
خاک ڈالو ذکر بھی چھوڑو جو ہونا تھا ہوا

(ثمر: ص ۱۲)

ہو کر غبار ان کی گلی میں اڑا کروں
مٹی میں مل کے کیوں میری مٹی خراب ہو

(ثمر: ۹۶)

کیا کہوں دردِ جدائی کی مصیبت اے موت
تیرے آنے سے میری جان میں جان آئی ہے

(ثمر: ص ۱۴۷)

کلیجہ منہ کو آیا دل ہوا جاتا ہے بے قابو
نکلنے والے تیری بزم سے کیونکر نکلتے ہیں

(ثمر: ص ۱۷)

انھوں نے چھوٹی زمین میں بہت سی غزلیں کہی ہیں جن کی زبان نہایت سادہ و رواں ہے، ان میں بہت سی غزلیں ایسی ہیں جن میں سہل ممتنع کی خوبی بھی پائی جاتی ہے۔ چند مطلع درج ذیل ہیں۔

جب مرا مہر جلوہ گر ہوگا
دوپہر ہوگا جو پہر ہوگا

(ثمر: ص ۱۷)

جو کہے سن کے مدعا مطلب
میرے مطلب سے اس کو کیا مطلب

(ثمر: ص ۳۴)

آئینہ تمہارے نقش پا کا
خورشید کو دے سبق جلا کا

(ثمر: ص ۲۶)

مے سے میں نے کب کی توبہ
توبہ توبہ کیسی توبہ

(ثمر: ص ۱۰۲)

ہم ہیں اور تیری یادگاری ہے
کچھ تجھے بھی خبر تمہاری ہے

(ثمر: ص ۱۱۸)

''ثمر فصاحت'' میں صنایع لفظی ومعنوی کو نہایت عمدہ طور پر استعمال کیا گیا ہے جس سے ان کے کلام میں رفعت تخیل، ندرتِ خیال، لطافت پیدا ہوئی ہے۔ ان کی غزلوں میں پائی جانے والی چند صنائع لفظی ومعنوی کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ صنعت تضاد:

عداوت سے محبت ہے، محبت سے عداوت ہے
وہ دشمن دوست کو سمجھے ہوئے ہیں دوست دشمن کو

(ثمر: ص ۹۱)

اونچا ہو آسمان تیرے در سے کس طرح
ہو جائے آسماں سے کیونکر زمیں بلند

(ثمر: ص ۴۳)

۲۔ کنایہ:

تمھیں حضرتِ دل کہیں رونے بیٹھوں
ہنسی تو نہیں مسکرانا کسی کا

(ثمر:ص۵)

توڑ کر عہدِ وفا تم نے زبانیں روک دیں
ورنہ کہنے والے تم کو نازنیں کہنے کو تھے

(ثمر:ص۱۳۲)

۳۔مراعات النظیر:

ایک عندلیب کیا ہے میں کہہ دوں ہزار میں
بس ایک تو ہی پھول ہے ساری بہار میں

(ثمر:ص۶۱)

شبِ فرقت بھی ہے کیا روزِ قیامت یارب
کیوں نہیں ہوتی مری رات سحر کیا باعث

(ثمر:ص۳۸)

۴۔صنعتِ مبالغہ:

میرے اشکوں سے ملے دریا تو ڈوبے شرم سے
کیا ہو قطرے کی حقیقت سیکڑوں من آب میں

(ثمر:ص۸۷)

خواب عدم سے چونک پڑے خفتگان خاک
کیا شور صور میں ہے اثر تیری چال کا

(ثمر:ص۶)

۵۔تجاہل عارفانہ:

حسن کیوں کردیا ٹکڑے گریباں
یہ بیٹھے بیٹھے جی میں آگیا کیا

(ثمر:ص۹)

پوچھتے ہیں لوگ کیوں مضطر ترا دل ہوگیا
کچھ تمھیں معلوم ہے کس پر یہ مائل ہوگیا

(ثمر: ص ۱۳)

۶۔حسن تعلیل:

ممکن نہیں کہ سامنے اس کے فروغ پائے
جل جل کر اپنے دل کا نکالے بخار شمع

(ثمر: ص ۵۳)

شمع تیری آرزو میں رات بھر روتی رہی
داغ ناکامی جگر میں ماہ تاباں لے چلا

(ثمر: ص ۲۳)

۷۔صنعت تواتر یا تقسیم:

تبسم لب پہ، خنجر کند، ڈھیلا ہاتھ، منھ پھیرے
بڑی بے دردیوں سے کاٹتے ہو میری گردن کو

(ثمر: ص ۹۱)

دشمن عزیز بخت عدو چرخ بر خلاف
اُٹھ کر میں تیرے در سے کہیں کا رہا نہیں

(ثمر: ص ۶۵)

۸۔صنعت عکس یا تبدیل:

وہ اگر یاد کریں ہم کو تو بھولیں کس کو
ہم اگر ان کو بھلائیں تو کسے یاد کریں

(ثمر: ص ۷۲)

یاد کرنا تو بھلایا، بھول جانا یاد ہے
بھول جانے والے قائل ہوں میں تیری یاد کا

(ثمر: ص ۴)

۹۔ تجنیس مکرر:

نہیں آتا نہیں آتا وہ کسی صورت سے
نہیں ملتا نہیں ملتا کوئی چلتا تعویذ

(ثمر: ص ۴۳)

دل لگانے کی سزا ہم نے جو پائی پائی
پیار کرنے کا مزہ دل نے جو دیکھا دیکھا

(ثمر: ص ۲۱)

۱۰۔ تجنیس مشابہ:

گلے میں ہار پہنتا ہے جب میرا گل رو
نہال ہوتے ہیں کیا کیا خوشی میں پھول کے پھول

(ثمر: ۵۸)

خط بھی نہ آئے آپ کا اور آپ بھی نہ آئیں
وہ ابتدائے خط ہے تو یہ انتہائے خط

(ثمر: ۵۲)

۱۱۔ تجنیس محرف:

ہیں امر و نہی لائق تسلیم بے دلیل
خالی حِکَم سے حکم نہ ہوگا حکیم کا

(ثمر: ۱)

۱۲۔ تجنیس خطی:

کنج خلوت میں کبھی ہیں وہ کبھی جلوت میں
کل یوم ھوفی شان کا جلوہ دیکھا

(ثمر: ۲۱)

۱۳۔ تجنیس زائد:

اہل الفت نالہ کش، معشوق حیرت میں خموش
شور ہے تیری خموشی کا، مری فریاد کا

(ثمر: ۴)

۱۴۔ تجنیس تام:

آنکھ شیریں سے لگی اب نیند کہتے ہیں کسے
خواب شیریں سے رہا کیا واسطہ فرہاد کا

(ثمر: ۴)

۱۵۔ تاکید الذم بمایشبہ المدح:

نازنیں پاؤں ہیں دکھ جائیں گے
مِری میت پر وہ آئیں کیونکر

(ثمر: ص ۴۶)

۱۶۔ اشتقاق:

کس نے سنایا اور سنایا تو کیا سنا
سنتا ہوں آج تم نے مرا ماجرا سنا

(ثمر: ص ۱۵)

۱۷۔ تحت النقاط:

جب مرا مہر جلوہ گر ہوگا
دوپہر ہوگا جو پہر ہوگا

(ثمر: ص ۱۷)

۱۸۔ تلمیح:

اگر غفلت کروں اشکِ رواں سے
اُٹھے طوفانِ نوح اس خاکداں سے

(ثمر: ص ۱۱۳)

مردے ٹھوکر سے جلاتے ہیں جلانے والے
جنبش پا میں کمالِ لبِ عیسیٰ دیکھا

(ثمر: ص ۲۱)

۱۹۔ سیاقۃ الاعداد:

اے دلِ غمگیں کبھی ہنس بول بھی لے ہجر میں
روتی شکل آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی اچھی نہیں

(ثمر: ص ۶۱)

۲۰۔ تدبیج:

ساقیا جام مئے سرخ کا پھر دور چلے
دیکھ وہ کالی گھٹا چھائی ہے گلزاروں پر

(ثمر: ص ۷۴)

حسن رضا خان کی شاعری میں بلند مضامین، رفعتِ تخیل کے ساتھ ساتھ شاعرانہ حسن وخوبی بھی ہے اس کے ساتھ ساتھ روزمرہ بول چال کی زبان، مانوس الفاظ اور برمحل محاورات کا استعمال ہے۔ ان کی شاعری میں فنی پختگی پائی جاتی ہے۔ حسرت موہانی نے ''نکاتِ سخن'' کے ۱۷ عنوانات میں سے ۸ عنوانات، صدق محاورہ صفائی زبان وسادگی بیان (۲۱)، شوخی کلام و رندی مضامین (۲۲)، تازگیٔ بیان و ندرت مضمون (۲۳)، حسن ترکیب خوبی استعارہ ولطف تشبیہ (۲۴)، معاملہ بندی، واقعہ نگاری، جذبہ نگاری (۲۵)، کنایہ (۲۶)، سوز وگداز (۲۷)، مصرعوں کا تقابل اور الفاظ کا الٹ پھیر (۲۸) کی ذیل میں حسن رضا خان کے اشعار کا انتخاب کیا۔

شاگردانِ داغ دہلوی میں حسن رضا خان کا پایۂ شاعری بہت بلند ہے۔ وہ خود استاد و مستند تھے (۲۹)۔ ان کے کلام پر داغ دہلوی کے رنگ سخن کی گہری چھاپ ہے۔ داغ کی زبان ومحاورہ، ان کی شوخی وبے باکی، معاملہ بندی، جدت طرز ادا، ندرت خیال یہ تمام خصوصیات حسن رضا خان کی شاعری میں داغ ہی کے رنگ میں موجود ہیں بقول حسرت موہانی:

> ''انھوں نے اپنے انداز سخن کو استاد کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر موقعوں پر داغ وحسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے (۳۰)۔''

استاد کے رنگ سخن کو اپنے کلام میں سمونے میں وہ دوسرے شاگردوں سے پیچھے نہیں رہے اس لیے ان کا شمار داغ کے ممتاز شاگردوں میں کیا جاتا ہے ۳۱۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ داغ دہلوی کے اس نمائندہ شاگرد اور باکمال شاعر کو اُردو شاعری کی تاریخ میں وہ مقام ملنا چاہیے جس کا وہ مستحق ہے۔

حواشی:

(۱) جمیل جالبی، تاریخ ادب اُردو، جلد چہارم (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۴۸۰، ۱۴۸۵۔

(۲) صلاح الدین، داغ کا دبستان شاعری، مشمولہ: داغ دہلوی حیات اور کارنامے، مرتبہ: کامل قریشی (دہلی: اُردو اکادمی، ۱۹۹۷ء)، ص ۱۳۰۔۱۳۱
(۳) لالہ سری رام، خمخانہ جاوید، جلد سوم (دلّی: دلّی پرنٹنگ ورکس، ۱۹۱۷ء)، ص ۱۱۷۔
(۴) صلاح الدین، ڈاکٹر محوّلہ بالا، ص ۱۳۱۔
(۵) لالہ سری رام، لالہ محوّلہ بالا، ص ۱۱۷۔
(۶) لالہ سری رام، خمخانہ جاوید، جلد دوم (دہلی: امپیریئل بک ڈپو پریس، ۱۹۱۱ء)، ص ۴۵۰۔
(۷) شمیم گوہر، ڈاکٹر، شاعری میں حسن کا مقام اور منصب، مشمولہ: رسالہ سنی دنیا، مولانا حسن بریلوی نمبر (اگست ۱۹۹۴ء)، ص ۱۱۸۔
(۸) لطیف حسین ادیب، حسن بریلوی حیات اور کارنامے، مشولہ رسالہ سنی دنیا، مولانا حسن بریلوی نمبر (اگست ۱۹۹۴ء)، ص ۱۰۔
(۹) ثمر فصاحت کے آخر میں ''فہرست تصانیف حضرت مصنف مرحوم'' کی ذیل میں ان گیارہ (۱۱) تصانیف کا ذکر ہے۔
(۱۰) لطیف حسین ادیب، حسن بریلوی حیات اور کارنامے، محوّلہ بالا، ص ۹۔
(۱۱) لالہ سری رام، خمخانہ جاوید، جلد دوم، محوّلہ بالا، ص ۴۵۱۔
(۱۲) حسن رضا خان، ثمر فصاحت، (بریلی: مطبع اہل سنت و جماعت، س۔ن)
(۱۳) لطیف حسین ادیب، حسن بریلوی حیات اور کارنامے، محوّلہ بالا، ص ۹۔۱۰
(۱۴) لالہ سری رام، خمخانہ جاوید، جلد دوم، محوّلہ بالا، ص ۴۵۱۔
(۱۵) نظیر لدھیانوی، شعر حسن (لاہور: رضا پبلی کیشنز، ۱۹۷۸ء)، ص ۴۹۔
(۱۶) لالہ سری رام، خمخانہ جاوید، جلد دوم، محوّلہ بالا، ص ۴۵۱۔
(۱۷) لطیف حسین ادیب، حسن بریلوی، سہ ماہی العلم (اپریل ۱۹۵۲ء)، ص ۸۱۔
(۱۸) نظیر لدھیانوی، شعر حسن، محوّلہ بالا، ص ۵۱۔
(۱۹) حسرت موہانی، تذکرۃ الشعرا، مرتّبہ: شفقت رضوی (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۰ء)، ص ۲۹۸۔
(۲۰) لالہ سری رام، خمخانہ جاوید، جلد دوم، محوّلہ بالا، ص ۴۵۱۔
(۲۱) حسرت موہانی، نکات سخن (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۳ء)، ص ۲۱۱۔
(۲۲) ایضاً، ص ۲۲۷۔
(۲۳) ایضاً، ص ۲۴۶۔
(۲۴) ایضاً، ص ۲۶۰۔۲۶۱
(۲۵) ایضاً، ص ۲۷۳۔
(۲۶) ایضاً، ص ۲۸۲۔
(۲۷) ایضاً، ص ۲۸۶۔
(۲۸) ایضاً، ص ۲۸۸۔
(۲۹) حسرت موہانی، تذکرۃ الشعرا، محوّلہ بالا، ص ۱۹۵۔
(۳۰) ایضاً۔
(۳۱) اسعد بدایونی، داغ کے اہم تلامذہ (علی گڑھ: ۱۹۸۶ء)، ص ۶۶۔

مآخذ:

۱۔ ادیب، لطیف حسین، حسن بریلوی حیات اور کارنامے، مشمولہ رسالہ سنی دنیا، مولانا حسن بریلوی نمبر، اگست ۱۹۹۴ء۔
۲۔ ادیب، لطیف حسین، حسن بریلوی، سہ ماہی العلم، اپریل ۱۹۵۲ء۔
۳۔ اسعد بدایونی، داغ کے اہم تلامذہ، علی گڑھ: ۱۹۸۶ء۔
۴۔ جالبی، جمیل، تاریخ ادب اُردو، جلد چہارم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۲ء۔
۵۔ حسرت موہانی، نکات سخن، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۳ء۔
۶۔ حسرت موہانی، تذکرۃ الشعرا، مرتبہ: شفقت رضوی، کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۰ء۔
۷۔ خان، حسن رضا، ثمر فصاحت، بریلی: مطبع اہل سنت و جماعت، س۔ن
۸۔ رام، لالہ سری، خمخانہ جاوید، جلد دوم، دہلی: امپیریئل بک ڈپو پریس، ۱۹۱۱ء۔
۹۔ رام، لالہ سری، خمخانہ جاوید، جلد سوم، دلی: دلّی پرنٹنگ ورکس، ۱۹۱۷ء۔
۱۰۔ صلاح الدین، ڈاکٹر، داغ کا دبستان شاعری، مشمولہ: داغ دہلوی حیات اور کارنامے، مرتبہ: کامل قریشی، دہلی: اُردو اکادمی، ۱۹۹۷ء۔
۱۱۔ گوہر، شمیم، ڈاکٹر، شاعری میں حسن کا مقام اور منصب، مشمولہ: رسالہ سنی دنیا، مولانا حسن بریلوی نمبر، اگست ۱۹۹۴ء۔
۱۲۔ نظیر لدھیانوی، شعر حسن، لاہور: رضا پبلی کیشنز، ۱۹۷۸ء۔

شرف عالم

ریسرچ اسکالر